امام خمینی کی سیاسی زندگی:

ایران کے سیاسی حالات ۱۹۴۱ سے ۱۹۶۱ء تک

از: محمد حسن رجبی

وزیر اعظم علا کی کمزور کابینہ کا ڈیڑھ مہینے بعد زوال ہو گیا اور ڈاکٹر مصدق کو اراکین پارلیمنٹ نے بھاری اکثریت کی حمایت کے ساتھ ۷ اردو بہشت ۱۳۳۰ھ ش مطابق ۱۹۵۱ء کو ایران کا نیا وزیر اعظم بنادیا اور تیل کمپنی کے برطانوی ڈائرکٹروں اور اعلی عہدیداروں کو ایران سے باہر نکال دیا گیا۔ چنانچہ فطری رد عمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے حکومت برطانیہ نے ایرانی تیل خرید نا بند کر دیا اور اپنے جنگی جہازوں اور فوجی بیڑوں کو آبادان کی طرف روانہ کر دیا۔

ڈاکٹر مصدق کی وزارت عظمی کے دوران جو ڈھائی سال سے بھی کم مدت پر مشتمل تھی، ملک میں نہایت اہم اور قسمت ساز حوادث رونما ہوئے جس کا تفصیلی تجزیہ سر دست ممکن اور مناسب نہیں ہے البتہ قارئین کرام ان حوادث کا تفصیلی تذکرہ دوسری کتابوں میں ملاحظہ کر سکتے ہیں اس مختصر سی مدت کے دوران تیل کے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے برطانیہ ،امریکہ اور عالمی بینک کے نمائندوں کے ساتھ مذاکرات کا سلسلہ چلتا رہا لیکن کوئی کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ ملک میں اقتصادی مشکلات اور اس کے ساتھ ہی ساتھ سیاسی بے ثباتی اور گروپ بندی کا بازار گرم ہو گیا۔ تمام معاملات تیل کے مسئلہ کے حل سے جڑے ہوئے تھے اور اس مہم میں شکست وناکامی کا مطلب یہ تھا کہ گروہ بندی بے سروسامانی اور آخری مرحلہ میں مکمل شکست وناکامی کا منہ دیکھنا پڑے۔ ڈھائی سال سے کچھ کم مدت تک ڈاکٹر مصدق وزیر اعظم کے عہدے پر فائز رہے لیکن ملک کے تمام مرکزی اور صوبائی حکومتی اداروں پر ان کا کنٹرول قائم نہیں ہو سکا۔ وہ فقط ایک جمہوری وسیاسی تحریک کے رہبر اور ایک مستقل وآزاد ایرانی حکومت کے وزیر اعظم بنے رہے یہاں تک کہ خوشگوار حالات کے دوران بھی وہ فقط حکومت کے ایک حصے پر ہی اپنا تسلط قائم کر سکے اور حکومت کے باقی تمام اداروں اور مرکزوں پر سابقہ حکومت سے ہمدردی رکھنے والے ظالم افسروں اور حکمرانوں کا قبضہ تھا جو اپنے ذاتی مفاد و مصالح کی خاطر یا غیر ملکی طاقتوں کے ناجائز مفاد کی حفاظت کی خاطر قومی تحریک کے خلاف سازشوں کا جال پھیلانے میں ہمہ تن سرگرم رہا کرتے تھے۔ اس زمانے میں ایران دوطرفہ حکومت وحاکمیت کا بہترین نمونہ بنا ہوا تھا۔ ایک حکومت کی باگ ڈور قومی طاقتوں کے ہاتھ میں تھی جس کے قائد ڈاکٹر مصدق تھے اور دوسری مصلحت اندیش، ظالم اور خیانت کار حکومتی جماعت کی قیادت شاہ ایران کر رہا تھا جس کو بہر حال اپنی سازشانہ سرگرمیوں میں کامیابی حاصل ہوئی۔[2]

وزیر اعظم کا عہدہ سنبھالتے ہی ملک کی دائیں اور بائیں بازو والی سیاسی پارٹیوں نے ڈاکٹر مصدق پر لگاتار حملے شروع کر دیے اور ان کی حکومت کے خلاف احتجاجی کارروائیوں کا بازار گرم ہو گیا۔ رضا خان کے زوال کے ساتھ ہی ساتھ تودہ پارٹی کی تشکیل عمل میں آگئی۔ ابتدائی مرحلہ میں اس کی حیثیت ایک ڈیموکریٹک محاذ کی تھی جس میں مختلف مکاتب فکر سے وابستہ افراد شامل تھے۔ لیکن بعد میں اس محاذ نے ایک ایسی سیاسی پارٹی کی شکل اختیار کر لی جس کا بنیادی مقصد ملک میں پارلمانی نظام کی تشکیل ،سیاسی اقتصاد کی از سر نو تعمیر اور رفاہ عامہ وسماجی عدل وانصاف کی تبلیغ واشاعت تھا۔[3] ابتدائی مرحلہ میں تودہ پارٹی سوویت یونین کے نقش قدم پر گامزن تھی [4] لیکن ڈیموکریٹک گروپ آف آذربائجان کی

تشکیل کے بعد وہ اعلانیہ طور پر قومی اغراض ومقاصد کے خلاف کام کرتے ہوئے ماسکو کی

سیاست خارجہ کی تعمیل میں ہمہ تن سرگرم ہوگئی۔

دنیا کی دیگر کمیونسٹ پارٹیوں کی طرح تودہ پارٹی بھی سوویت یونین کے عالمی مفاد ومصالح کو ملک کے داخلی مفاد ومصالح پر غیر معمولی ترجیح دیتی تھی۔ چنانچہ جس زمانے میں ڈاکٹر مصدق کی حکومت برطانیہ کے خلاف زبردست سیاسی جنگ میں لگی ہوئی تھی اور تیل کی کمپنی کو قومی ملکیت قرار دینے کی وجہ سے ایران اور برطانیہ کے درمیان اقتصادی تناؤ اپنے شباب پر تھا،اس زمانے میں تودہ پارٹی نے سوویت یونین کے جانی دشمن یعنی امریکہ کو اپنے حملوں کا نشانہ بنا رکھا تھا اور داخلی سطح پر یہ پارٹی مصدق کو سامراجی نظام کا طرفدار بنا کر پیش کرتی تھی کیونکہ اس زمانے میں سوویت یونین کا یہ طریقہ کار تھا کہ وہ ہر غیر کمیونسٹی سامراج مخالف تحریک کو رجعت پسند قرار دیتے ہوئے اپنی خارجہ سیاست کو عملی جامہ پہنانے میں لگا رہتا تھا۔

اس زمانے میں تودہ پارٹی سے وابستہ افراد وعناصر کو اصطلاحاً "تودہ نفتی" کے نام سے یاد کیا جاتا تھا لیکن یہ اصطلاح بذات خود ان کے قول وفعل اور فکر وعمل کے درمیان اختلاف وتناقص کی دلیل تھی کیونکہ یہ لوگ ظاہری طور پر بائیں بازو سے وابستہ ہونے کا مظاہرہ کرتے تھے لیکن ان کے اغراض ومقاصد سامراجیت سے میل کھاتے تھے، اسی وجہ سے یہ لوگ اپنے اشعار اور تبلیغاتی مطبوعات میں تو لیفنٹ نظریہ بیان کرتے تھے اور جب عمل کی منزل آتی تھی تو پوری طرح سے دائیں بازو والی پارٹیوں کی طرح ہی عمل کرتے تھے۔

دھیرے دھیرے غلط فہمیوں کی وجہ سے دونوں کے درمیان اختلافات بڑھتے چلے گئے اور بالآخر دونوں کے درمیان جدائی اور علیحدگی پیدا ہوگئی۔

آیت اللہ کاشانی نے مصدق کے نام اپنے ایک مکتوب میں بعض عہدوں پر اُن کی طرف سے کی جانے والی تقرری پر اعتراض ونکتہ چینی کی ۵ اور مصدق نے ان کے خط کے جواب میں ان سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ کچھ دنوں تک حکومتی امور میں مداخلت سے باز آجائیں کیونکہ اصلاحات اسی وقت ممکن ہوا کرتی ہیں جب مصلح اپنے فرائض کو انجام دینے میں پوری طرح آزاد ہو۔۶ اس کے

آیت اللہ کاشانی مصدق کے اس اقدام سے قطعی خوش تو نہ تھے لیکن انہوں نے اس مطالبے کی اعلانیہ مخالفت بھی نہیں کی۔ لیکن آیت اللہ کاشانی کی پوشیدہ نکتہ چینی کو مصدق کے طرفداروں نے مخالفت کا نام دیتے ہوئے، اُن پر طرح طرح کے الزامات لگانا شروع کر دیئے۔

ڈاکٹر مصدق کے وزیر اعظم بننے کے بعد سے اُن کی حکومت کے آخری لمحات تک آیت اللہ کاشانی اپنے بیانات، ملک وملت کے نام جاری ہونے والے اپنے پیغامات نیز اخباری نمائندوں سے ملاقات وگفتگو کے دوران، برابر مصدق کی حکومت کی حمایت کا اعلان کرتے رہتے تھے اور قوام کے خلاف ان کے بیان نے مصدق کو دوبارہ اقتدار دلوانے میں اہم رول ادا کیا تھا لیکن علاوہ آیت اللہ کاشانی ڈاکٹر مصدق کے اس مطالبہ سے بھی قدرے متفق نہ تھے کہ پارلیمنٹ انہیں چھ مہینے کے لئے غیر معمولی اختیارات دے دے۔

آیت اللہ کاشانی، مصدق کے اس اقدام سے قطعی خوش تو نہ تھے لیکن انہوں نے اس مطالبے کی اعلانیہ مخالفت بھی نہیں کی ۷ لیکن آیت اللہ کاشانی کی پوشیدہ نکتہ چینی کو مصدق کے طرفداروں نے مخالفت کا نام دیتے ہوئے، ان

پر طرح طرح کے الزامات لگانا شروع کر دیے۔ آیت اللہ کاشانی کو مصدق کے طرفداروں کی یہ حرکت اچھی نہ لگی چنانچہ وہ کچھ عرصہ تک ناراض رہے لیکن بعد میں انہوں نے پھر سے مصدق کی حمایت شروع کر دی۔ چنانچہ جب مصدق نے قومی سطح پر اصلاحات کا سلسلہ شروع کیا تو آیت اللہ کاشانی نے ان کے اس اقدام کو بالواسطہ طور پر ایک اسلامی حکومت کا عمل قرار دیا۔ اور اسی سال آبان کے مہینے میں، انہوں نے اپنے ایک بیان میں اعلان کیا:

"یہ صحیح ہے کہ اسلام نے مالکیت کے اصول کو تسلیم کیا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ حفاظت وطن اور ملت اسلامیہ کے عمومی مفاد و مصالح کو نگاہ میں رکھتے ہوئے جس کی وجہ سے سماجی عدل و انصاف کے اصولوں کی خلاف ورزی ہو رہی ہو، حکومت عوام کی ملکیت کو ضبط کر سکتی ہے اور عوام کو اتنی دولت و ملکیت جمع کرنے سے بھی روک سکتی ہے جس کی وجہ سے سماجی عدل و انصاف کے اصولوں کی خلاف ورزی ہو رہی ہو۔ حکومت ایسی املاک کو حرام قرار دے سکتی ہے۔"۸

در حقیقت اپنے اس بیان کے ذریعہ وہ یہ بتانا چاہتے تھے کہ ولی فقیہ سے اختیار حاصل کرنے کے بعد حکومت سماجی اور اقتصادی عدالت کی تشکیل کے سلسلے میں بنیادی قدم اٹھا سکتی ہے۔

اس بیان کے جاری ہونے کے کچھ دنوں بعد آیت اللہ کاشانی نے ایک دوسرے بیان میں "مصدق سے اپنے پرانے یا نئے اختلاف" کی اعلانیہ تردید بھی کی اور یہ اعلان کیا کہ ان دونوں کے درمیان مکمل مفاہمت اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ کچھ عرصہ بعد جب حکومت نے آستانۂ معصومہ قم کے متولی کو معزول کرنا چاہا تو آیت اللہ بروجردی نے مصدق کے اس اقدام کی مخالفت کی لیکن آیت اللہ کاشانی نے اس موقع پر بھی ڈاکٹر مصدق کی اعلانیہ حمایت کی اور مطالبہ کیا کہ "حکومت اپنے منصوبہ 'معزولی' کو عملی جامہ پہنائے۔"۹

در حقیقت اپنے اس بیان کے ذریعہ وہ یہ بتانا چاہتے تھے کہ ولی فقیہ سے اختیار حاصل کرنے کے بعد حکومت سماجی اور اقتصادی عدالت کی تشکیل کے سلسلے میں بنیادی قدم اٹھا سکتی ہے۔

جب خصوصی اور غیر معمولی اختیارات کی چھ مہینے کی مدت پوری ہو گئی تو مصدق نے اس مدت میں مزید ایک سال کے اضافہ کا مطالبہ پیش

کیا۔ آیت اللہ کاشانی، خصوصی اختیارات کے اس مطالبے سے پہلے بھی خوش نہیں تھے اور مصدق کے نام اپنے ایک محرمانہ مکتوب میں وہ اس مسئلہ میں اپنی ناپسندیدگی کا اظہار بھی کر چکے تھے لیکن اعلانیہ مخالفت نہیں کی تھی۔ اس بار جب مصدق نے اس مدت میں ایک سال کے اضافہ کا مطالبہ کیا تو آیت اللہ کاشانی نے اس مطالبے کی اعلانیہ مخالفت کی اور اس مطالبے کو ملک کے آئین کی خلاف ورزی سے تعبیر کیا اور کہا کہ اگر پارلیمنٹ نے ڈاکٹر مصدق کے اس مطالبے کو تسلیم کر لیا تو یہ حکومت کو مطلق العنان بنانے کے برابر ہوگا۔ اس کے علاوہ اس قسم کے اختیارات ملک و ملت کے فائدہ میں نہیں ہیں نیز اس کی کوئی قانونی حیثیت بھی نہیں ہے۔ اگر پارلیمنٹ کے ممبران کچھ عرصہ قبل اس قسم کی غلطی کر چکے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ بار بار اس غلطی کو دہرائیں۔"۱۰

اس واقعہ کے بعد حکومت کی طرفداری کرنے والے اخبارات نیز تودہ پارٹی کی حمایت وسرپرستی میں شائع ہونے والے رسالوں نے ایک آواز ہوکر آیت اللہ کاشانی کی مخالفت کا انتہائی سلسلہ چھیڑ دیا اور ان کے خلاف مختلف النوع تہمتوں کا بازار گرم ہوگیا۔ ڈاکٹر مصدق کو اپنے اغراض ومقاصد کی تکمیل کے لئے آیت اللہ کاشانی کی حمایت کی سخت ضرورت تھی لہذا انہوں نے آیت اللہ کاشانی سے ملاقات کی اور باہمی اختلافات کو دور کرنے کی کوشش بھی کی۔ دونوں رہنماؤں نے ایک مشترکہ بیان کے ذریعہ یہ پیغام جاری کیا کہ اخبارات اور رسائل نے "اختیارات بل" کے سلسلے میں آیت اللہ کاشانی کے مکتوب کی صحیح ترجمانی نہیں کی ہے۔ انہوں نے یہ بھی اعلان فرمایا کہ "ہم دونوں قدم سے قدم ملاکر آگے بڑھنے کی کوشش جاری رکھیں گے اور کسی بھی ممکن حمایت وطرفداری سے باز نہ آئیں گے۔"[۱۱] اس مشترکہ بیان کے باوجود آیت اللہ کاشانی نے خصوصی اختیارات کی مدت میں توسیع واضافہ کی مخالفت جاری رکھی۔

دونوں رہنماؤں کے درمیان، ان اختلافات کا برطانوی سامراج نے بھرپور فائدہ اٹھایا اور دونوں کی حمایت وطرفداری کرنے والوں کی دو جماعتیں بنادیں اور ماحول کو اس حد تک خراب کیا کہ دونوں کے درمیان موجود اختلافات دوری وعلیحدگی میں بدل جائیں اور مذہبی وقومی جماعتوں کے درمیان قائم ہونے والا سیاسی اتحاد درہم برہم ہوجائے۔ قومیت پسند جماعت وعناصر ان واقعات سے ہرگز خوش نہ تھے اور انہیں یہ اندازہ تھا کہ سابقہ شاہی دربار سے وابستہ افراد وعناصر برطانوی حمایت وپشت پناہی میں اختلاف کی اس آگ کو بھڑکانے میں لگے ہوئے ہیں لہذا مصدق کی حکومت کے آخری مہینوں کے دوران ان لوگوں نے اختلافات پیدا کرنے والوں کے خلاف جدوجہد شروع کی اور اسلامی ممالک کے مغرب پرست سیاسی لیڈروں

پر حملہ کرنا شروع کردیا اور مذہبی افراد وعناصر کو برطانوی سامراج کا ایجنٹ قرار دینا شروع کردیا۔[۱۲]

ڈاکٹر مصدق کے طرفداروں اور قومی محاذ نامی جماعت کے لوگوں نے آیت اللہ کاشانی پر ایسی ایسی تہمتیں لگائیں کہ نجف اشرف اور قم کے حوزہ علمیہ سے وابستہ علماء نے اس اتہام تراشی کے خلاف صدائے اعتراض بلند کردی۔[۱۳]

اقتصادی ناکہ بندی، حکومت کی کمزوری وناتوانی، سیاسی گروہوں اور جماعتوں کے درمیان سازشوں کی غیر معمولی افراط اور خصوصی طور پر حزب تودہ کی منافقانہ راہ وروش کی وجہ سے ایران میں ایسے حالات پیدا ہوگئے جن کی وجہ سے ایرانی عوام کے درمیان یہ اعتماد قائم نہ رہ سکا کہ مصدق کی حکومت ایران کے موجودہ سیاسی واقتصادی حالات پر مکمل قابو حاصل کرسکتی ہے لہذا وہ دوبارہ شاہی حکومت کی طرف امید بھری نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ دوسری طرف شاہی دربار مصدق کے خلاف کی جانے والی سازشوں کے مرکز میں تبدیل ہوگیا اور نوبت یہ آگئی کہ ملک کے سیاسی حالات پر مصدق حکومت کی گرفت ڈھیلی ہوتی چلی گئی۔ ڈاکٹر مصدق نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ ایک نئے استصواب عامہ کے ذریعہ ملک کی سترھویں پارلیمنٹ کو ختم کرکے دوبارہ چناؤ کرائے۔ آیت اللہ کاشانی نے مصدق کے اس اقدام پر زبردست نکتہ چینی کی اور مصدق کو اقتدار پرست کے نام سے یاد کیا۔ مصدق کی تنقید کے ساتھ ہی ساتھ، انہوں نے مصدق کے مخالفین کو اجنبی عناصر قرار دیتے ہوئے، یہ اعلان کیا کہ وزیر اعظم "ملک میں مطلق العنانی اور فردی وذاتی حکومت کی تشکیل کی فضا ہموار کرنے میں سرگرم ہیں اور طاقت کے سہارے نئے استصواب عامہ کی تشکیل کے خواہاں ہیں۔ فقط اتنا ہی نہیں بلکہ آیت اللہ کاشانی نے پارلیمنٹ کی تحلیل کو "خیانت اور ظلم" کے نام سے یاد کیا اور مصدق کی حکومت کو "اسلامی شریعت کی خلاف ورزی کرنے والی" حکومت قرار دیا[۱۴] آیت اللہ کاشانی کے اس بیان کے بعد دونوں گروہوں کے درمیان مفاہمت کی کوئی امید باقی نہ رہ گئی۔ اس کے بعد آیت اللہ کاشانی نے پارلیمنٹ کی صدارت سے استعفیٰ دیدیا

اور استصواب عامہ کی تشکیل کو حرام و غیر قانونی قرار دیدیا۔ ان تمام باتوں کے باوجود استصواب عامہ کا اہتمام ہوا اور پارلیمنٹ کو تحلیل کر دیا گیا۔ ایسے نامساعد اور غیر مستحکم حالات میں پارلیمنٹ کی تحلیل ڈاکٹر مصدق کی بہت بڑی غلطی تھی کیونکہ سرکاری طور پر ان کی حمایت کرنے والی واحد تنظیم پارلیمنٹ ہی تھی اگر پارلیمنٹ باقی رہتی تو یہ ممکن تھا کہ بحرانی دور میں شاہ کی بغاوت کے دوران وہ عوام کی حمایت سے دوبارہ کامیاب ہو جاتے۔

بہر حال داخلی اور خارجی سطح پر ڈاکٹر مصدق کی حکومت کے خلاف فوجی بغاوت کی زمین پوری طرح ہموار ہو چکی تھی۔15 امریکہ اور برطانیہ کی جاسوسی کرنے والی تنظیمیں ایران میں موجود اپنے ایجنٹوں کو ہر طرح کی مالی اور اطلاعاتی امداد فراہم کر رہی تھیں چنانچہ ان تنظیموں نے دو مرحلوں میں ڈاکٹر مصدق کی حکومت کا تختہ پلٹنے کا خفیہ اور مشترکہ منصوبہ تیار کیا تھا۔16 اگرچہ ۲۵ مرداد کو ہونے والی پہلی فوجی بغاوت پہلے مرحلہ میں ناکام ہو گئی لیکن اس کے تین روز بعد فوج اور مقامی پولیس نے نامور غنڈوں اور لٹیروں کی مدد سے ڈاکٹر مصدق کے گھر پر دھاوا بول دیا اور وہاں موجود اسناد کی نابودی کے ساتھ ہی ساتھ مصدق کی حکومت کا بھی کام تمام ہو گیا اور شاہ دوبارہ مسند اقتدار کا مالک بن گیا۔17

لیکن ڈاکٹر مصدق کے زوال کو فقط خارجی اور غیر ملکی اسباب و عوامل سے منسوب نہ کیا جانا چاہئے بلکہ بقول ریچارڈ کاتم "اگر مصدق کی حکومت پہلے ہی سے کمزور نہ ہوتی تو ایک ایسی فوجی بغاوت کے ذریعہ اس کا زوال ناممکن تھا جو منصوبہ بندی اور تعمیلی اعتبار سے زیادہ طاقتور نہ تھی۔"18

ڈاکٹر مصدق کی حکومت کے زوال کا صرف یہ مطلب نہ تھا کہ انہوں نے فقط تیل کی قومیت کے سلسلے میں جو سیاست اپنائی تھی وہ ناکام ہو گئی بلکہ یہ ایرانی عوام کی سماجی، سیاسی اور

امریکہ اور برطانیہ کی جاسوسی کرنے والی تنظیمیں ایران میں موجود اپنے ایجنٹوں کو ہر طرح کی مالی اور اطلاعاتی امداد فراہم کر رہی تھیں چنانچہ ان تنظیموں نے دو مرحلوں میں ڈاکٹر مصدق کی حکومت کا تختہ پلٹنے کا خفیہ اور مشترکہ منصوبہ تیار کیا تھا۔

اقتصادی سرنوشت سازی یا قسمت سازی کے لئے ایک اہم تاریخی المیہ بھی تھا کیونکہ اس واقعہ کے رونما ہونے کے بعد ایرانی عوام اپنے دیرینہ ارمان یعنی آزادی و استقلال کی فراہمی سے کسی حد تک مایوس ہو گئے اور ایرانی عوام پر پہلے سے زیادہ خوفناک مظالم کے دوبارہ رونما ہونے کی زمین پوری طرح ہموار ہو گئی۔"19 (باقی آئندہ)

حوالے:

۱۔ محمد علی کارتوزیان، پیشین ص۔۴۱

۲۔ محمد علی کارتوزیان، پیشین ص۔۴۱

۳۔ محمد علی کارتوزیان، پیشین ص۔۴۱ ص۔۱۶ نیز گزشتہ، چراغ راہ آئندہ ص۔ ۱۳۴

۴۔ احسان طبری، کژراہہ ص۔۷۲

۵۔ آیت اللہ کاشانی کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ جنرل وثوق کو وزارت جنگ کا سکریٹری کیوں بنایا گیا کیونکہ یہ وہی جنرل وثوق تھا جس نے چند روز قبل قوام کی تین روزہ حکومت کے دوران ڈاکٹر مصدق کی حمایت میں مظاہرہ کرنے والوں کو سنگی کاروانسرا نامی علاقے میں خاک و خون میں غلطاں کر دیا تھا۔

۶۔ مجاہد آیت اللہ کاشانی و نامہ مہندس حسیبی ص۔ ۱۵۔۱۴ بحوالہ شاہرخ اخوی ص۔۱۶۳

۷۔ ۱۵۔۱۴ بحوالہ شاہرخ اخوی ص۔۱۶۳

۸۔ اطلاعات ۱۴ آبان ۱۳۳۱ھ نقل از شاہرخ اخوی ص ۱۶۴

۹۔ اطلاعات ۱۴ آبان ۱۳۳۱ھ نقل از شاہرخ اخوی ص۔۱۷۵

۱۰۔ اطلاعات ۱۴ آبان ۱۳۳۱ھ نقل از شاہرخ اخوی ۔ص۔۱۷۵

۱۱۔ حمید عنایت، اندیشہ سیاسی ص۲۱۶۔۲۱۵

۱۲۔ روحانیت و ملی شدن صنعت نفت ص۔۱۱۰ و ۱۱۱

۱۲۔ شاہرخ اخوی۔ ص۔۱۸۲

۱۳۔ محمد علی کارتوزیان۔ ص۔ ۷۲ تا ۷۴ نیز مصدق، نفت و ناسیونالیسم ایرانی، پیش گفتار۔ ص۔۱۷،۱۸

۱۵۔ پانخ بہ تاریخ۔ ص۔۷۷

۱۶۔ حسین فردوست۔ جلد اول ص۔۱۷۶ تا 185

۱۷۔ ریچارڈ کاتم۔ ص۔۳۸

۱۸۔ محمد علی کارتوزیان۔ ص۔۶۱

۱۹۔ حسین فردوست۔ جلد اول ص۲۸۸، ۳۱۴۔